ڈاکٹر سید باچا آغا
اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ ڈگری کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ

تصوف کی تعریف،ماہیت،خصائل وماخذ

Tasawwuf is a branch of Islamic knowledge which focuses on the spiritual development of the Muslims. Allah sent His final messenger, Prophet Muhammad, as a source of knowledge for the entire ummah. He was the fountain of Quran, Hadith, tafsir, rhetoric, fiqh, and so on. After the Prophet, the scholars of the ummah carried forward each of these branches of knowledge. Because no person can attain the perfection of the Prophet, who single handedly assumed all of these roles, various branches of the Islamic sciences developed. Along these lines, the Prophet was the model of spirituality for the world. His God-consciousness, deep spirituality, acts of worship, and love for Allah were preserved and propagated by an Islamic science called Tasawwuf. The aim of the scholars of this science was purification of the heart, and development of consciousness of Allah through submission to the shariah and Sunnah.

تصوف کی تعریف:

تصوف کی تعریف کے سلسلے میں کافی بحث پائی جاتی ہے،اس کی ابھی تک کوئی ایک تعریف نہیں ہوسکی۔مختلف لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قشیریہ میں تصوف کے بے شمار تعریفیں درج کیے ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

امام قشیری،حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

"تصوف حضور قلب سے ذکر کرنےاورسن کروجد میں آنے اور اتباع سنت کرتے ہوئے عمل کرنے کا نام ہے"(۱)

ایک دوسری جگہ حضرت جنیدبغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمایا ہے کہ:

"تصوف یہ ہے کہ حق تعالی تجھے تیری ذات سے پناہ کردے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھ دے"۔(۲)

حضرت ابو سعیداعرابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ا لتّصوّف کلّہ ترک الفضول یعنی تصوف تمام فضولیات کے چھوڑدینے اور یگانگی کا نام ہے"۔(۳)

امام ابو بکر ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ :

"حق تعالی کا مطیع و فرمانبردار رہنے کا نام تصوف ہے"۔(۴)

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ا لتصوّف ترک کلّ حظّ للنفس"

(یعنی تصوف تمام نفسانی حظوظ اور لذتوں سے دست کش ہونا ہے)

ایک دوسرے قول میں فرماتے ہیں کہ:

"ا لصّوفیة هم الّذین صفّت ارواحهم فصاروا فی الصّف الاوّل بین یدی الحق" (۵)

(یعنی صوفیائے کرام کاوہ گروہ جن کی جانیں کدورت بشریہ سے آزاد اورآفت نفسانیہ سے پاک وصاف ہو کر آرزوئے تمنا سے بے نیاز ہوگئی ہیں، یہاں تک کہ حق تعالی کے حضوربلند درجہ اورصف اول میں آرام گستر ہیں اورماسوی اللہ سے وہ مکمل کنارہ کش ہوچکے ہیں)

حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ا لتصوّف صفاءا لسیرمن کدورة ا لمخالفة" (۶)

(تصوف، دل کو مخالفت کی کدورت ومیل سے صاف رکھے)۔

مطلب یہ کہ دل کو حق تعالی کی مخالفت سے محفوظ رکھو، کیونکہ دوستی موافقت کانام ہےاور موافقت، مخالفت کی ضد ہے۔ دوست کو لازم ہے کہ سارے جہان میں دوست کے احکام کی محافظت کرے۔

حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ:

"التّصوّف خلق فمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التّصوّف"۔ (۷)

(تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے پس جو زیادہ پاکیزہ اخلاق ہو وہ زیادہ صوفی ہے)

حضرت ابوعبداللہ رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ا لتصوّف ترک التّکلّف واشتغال التّظرّف وخلاف المترف" (۸)

(تصوف تکلف کو چھوڑنے اور پاکیزگی کا برتاؤ کرنے اور بڑائی کو دور کرنے کا نام ہے)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"تصوف کے معنی ہیں حقائق کا حاصل کرنا۔ مخلوق کے ہاتھ میں ازقبیل اقتدار جو کچھ ہیں اس سے یکسر روگرداں ہو جانا"۔ (۹)

ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"تصوف کے معنی یہ ہیں کہ جملہ اخلاق حمیدہ اوراوصاف طیبہ کے میدان میں داخل ہوجانااور ہر قسم کے اخلاق رذیلہ اور اوصاف ردیہ سے پاک صاف ہو جانا"۔ (۱۰)

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ:

"ا لصّفا ولایۃ ولھا آیۃ وروا یۃ وا لتّصوّف حکایۃ للصّفا بلا شکایۃ"(۱۱)

(صفا ولایت کی منزل ہے اوراس کی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت وتعبیر ہے جس میں شکوہ وشکایت نہ ہو)

حضرت ابوالحسن سیروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ا لتّصوّف ترک الخلق وافراط ا لھمۃ"(۱۲)

(تصوف خلقت کے ترک اورہمت کی زیادتی کا نام ہے)

عارف عبدالمتین لکھتے ہیں کہ:

"تصوف نوں شریعت تے طریقت دے وسیلے نال سچائی تیک اپڑن دااک عملی منصوبہ قرار دتا جاسکدا" (۱۳)

یعنی تصوف کو شریعت اور طریقت کے وسیلے سے سچائی تک پہنچنے کا ایک عملی طریقہ قراردیا جا سکتا ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں اس حقیقت کاتعین مشکل نہیں کہ تصوف قلب کی پاکیزگی، حقیقت مطلق کوپانے کی تڑپ، اوصاف حمیدہ کے حصول ،بلندی اخلاق اور ترک علائق کا نام ہے۔تصوف کی راہ سے انسان نے نیک خلق حاصل کیا ،قناعت کا درس سیکھا ، ضبط نفس کے مراحل سے گزرا اور آگہی کی منازل کو طے کیا۔ظاہر ہے کہ انسانی سیرت اور خصائل وفضائل کی معراج اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔

تصوف کی اہمیت:

انسانی وجود کے ارتقاء،ارتفاع اور بقاءکا دارو مدار جسم اور روح کی ہم آہنگی پر ہے ،یوں بھی ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔خارج کا تعلق انسان کی ظاہری ساخت اور برتاؤسے ہوتاہےجبکہ باطن کاتعلق انسان کے اندرکےساتھ ہوتا ہے،یہ الگ بات ہے کہ باہر کےرویوں کےتعین اندرکے محرکات سے ہوتاہے۔اسلام میں ان دونوں پہلوؤں کو دو اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے،ایک شریعت اور دوسری طریقت۔ایک کاتعلق عبادات سے ہےاوردوسری کاتعلق معاملات سے ،ایک کا تعلق عمل سے ہےاوردوسرے کاسوچنے اورمحسوس کرنےسےہے۔بالفاظ دیگرشریعت ارکان اسلام کی پابندی سےمتعلق احکامات پر مشتمل ہےجبکہ طریقت کاتعلق باطن کی پاکیزگی اورسوچ واحساس کےذریعے داخلی رویوں کےاصلاح کےساتھ ہے۔ لیکن جس طرح جسم اور روح کوایک دوسرےسےالگ نہیں کیاجاسکتااسی طرح شریعت اور طریقت بھی ایک دوسرےمیں ضم ہیں۔تصوف کاتعلق اگرچہ دونوں کےساتھ ہے لیکن اس کا زیادہ جھکاؤطریقت کی طرف ہوتاہےیعنی اندرکی طرف اس کا جھکاؤ زیادہ ہے۔یوں بھی تصوفMYSTICISM اصل کے اعتبارسےیونانی زبان کالفظ ہےجس کے معنی آنکھیں بندکرلیناہے۔(۱۴)یعنی اسے دنیائے محسوسات سے ہٹ کر باطنی حقیقت

کی طرف رجوع کرلینا کہاجاسکتاہے،کہ تصوف تزکیہ نفس کے بعداپنی اصل سےواصل ہوجانےکےذوق کاسفرہےیعنی پاکیزگی باطن کے عمل سے گزر کرحقیقت مطلق سےہمکنار ہونے کا۔

تصوف مذہب کی روح ہےکیونکہ مذہب کی رہنمائی میں انسان مقصود حقیقی کو ہمیشہ اپنےسامنے رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی اسی کی نگہبانی میں دے دیتاہے۔انسان کی خارجی زندگی جس کاتعلق عقل کےساتھ ہےیاروحانی زندگی جس کاتعلق باطن کےساتھ ہے،تصوف کی کارفرمائی ہر کہیں جاری وساری رہی ہے۔صوفی عشق کو جزو حیات بنا کرہی سلوک کی راہیں طے کرتا ہے،ظاہرہےکہ عشق پرعامل انسان تمام رذائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ عشق تمام انسانی عیوب کا ازالہ کردیتا ہے ،بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ:

ہر کرا جامہ زعشق چاک شد
او ، زحرص وآز ، کلی پاک شد
شادباش اے عشق خوش سودائے ما
وے طبیب جملہ علت ہائے ما (۱۵)

تصوف کی ماہیت:

اقوام عالم کے صوفیانہ ادب اور صوفیوں کے اقوال کے مطالعے سے ہی بات واضح ہے کہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے تصوف اس اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کیلئے اس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے کہ اس کی پوری عقلی وجزباتی زندگی پر غالب آجاتا ہے،جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صوفی ،اسی یعنی خدا کو اپنا مقصود حیات بنا لیتا ہے۔گفتگو کرتا ہے تو اسی کی،خیال کرتا ہے تو اسی کا ،یاد کرتا ہے تو اسی کو، کلمہ پڑھتا ہے تو اسی کا،شفق کی سرخی میں،دریا کی روانی میں،پھولوں کی مہک میں ،بلبل کی آواز میں،تاروں کی چمک میں،صحرا کی وسعت میں ، باغ کی شادابی میں ،غرض کہ تمام مظاہر فطرت اور مناظر قدرت میں اسے خدا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اور انسان اس سے رابطہ پیدا کرسکتا ہے۔اس رابطے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ خدا خود بندوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ:

وقال ربّکم ادعونی استجب لکم۔ (۱۶)

ترجمہ:اگرتم مجھے پکاروگے تو میں تمہیں جواب دوں گا۔

پھرمذہب نے دو چیزیں پیش کیں،پہلی چیز یہ کہ اگر میری اطاعت کروگے تو میں تمہیں اس کی جزا دوں گایعنی جنت میں داخل کروں گااور اگر میری نافرمانی کروگے تو سزا دوں گایعنی دوزخ میں ڈال دوں گا۔دوسری چیزیہ کہ اگر اطاعت کے علاوہ تم مجھ سے محبت کروگے تو میں تم سے محبت کروں گااوراس محبت کاثمرہ یہ ملے گا کہ تمہاری شخصیت میں

میری صفات منعکس ہو جائیں گی اور اس قرب یا اتصال کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بچشم دل میرا دیدار کر سکوگے۔

اسی لئے اہل مذہب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔جن لوگوں پر عقل کا غلبہ تھا انہوں نے صرف اطاعت شریعت کو کافی سمجھا اور جنت کو مقصود بنا لیا ،لیکن جن لوگوں پر عشق کا غلبہ تھاانہوں نے اطاعت کے علاوہ محبت (طریقت)کو بھی ضروری سمجھایعنی دیدار کو مقصود بنا لیا۔اسی دوسری طبقے کے افراد کو عرف عام میں صوفی کہتے ہیں ، اور اس تصریح سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہرصوفی دراصل عاشق ہوتا ہے ،عشق اور تصوف مترادف الفاظ ہیں۔تصوف ہی وہ رہنما ،مشیر اورناصح ہے کہ ہروقت سالک کوتلقین کرتاہے کہ دیکھنا!کہیں مقصود نگاہ سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اے انسان!تیرا مقصود حقیقی اللہ سے رابطہ یاتعلق پیدا کرنا ہے اس لئے جب تو نماز پڑھنے کھڑا ہو اوریہ دیکھے کہ مصلی پاک ہےیا نہیں؟منہ قبلے کی طرف ہے یا نہیں ؟تو ان ظواہر کے ساتھ ساتھ یہ بھی تو دیکھ کہ تیرا تصور پاک ہے یا نہیں؟دل اللہ کی طرف ہے یا نہیں؟وقس علی هذا۔اگر بحالت نماز تیرادل دنیا کی طرف ہے تو ایسی نماز بے حضور سے ظاہر شرع کا تقاضا تو پورا ہوجائے گالیکن اللہ سےتعلق پیدا نہ ہوسکے گا اور جب اللہ سے تعلق پیدا نہ ہوا تو نماز کا مقصود حقیقی بھی فوت ہوگیا۔تصوف سالک کو متنبہ کرتا ہے کہ اگرتواللہ سےایک لمحے کےلئے بھی غافل ہوگیا تو ہفتوں بلکہ مہینوں میں بھی اس غفلت کی تلافی نہ ہوسکے گی۔تصوف د ل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہےکیونکہ انسان بظاہر جسم اورنفس کا نام ہےمگر در حقیقت دل کا نام ہے اوراگر دل مسلمان نہ ہو سکاتو رکوع وسجود یا زبان سے خدا کا اقرار ، دونوں بے معنی ہیں:

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ،تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں ،تو کچھ بھی نہیں (۱۷)

پس تصوف، دل ونگاہ کومسلمان بنا دیتا ہے اور تصوف کے علاوہ ،دل ونگاہ کو مسلمان بنانے کی اور کوئی صورت نہیں ہیں۔

تصوف ،انسانی روح کا ذاتی تقاضا ہے،اپنی اصل سے واصل ہونے کےلئے جو اس کی گہرائی میں سے ابھرتا ہے۔اس تقاضے کا انسان کی خارجی (مادی)دنیاوی زندگی سے کوئی علاقہ نہیں ہے یعنی یہ تقاضا خارج سے انسان پر وارد نہیں ہوتا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ مناسب ماحول میسر نہ آسکے تو دب جاتا ہے اور اگر میسر آجائے تو اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔اس تقاضے کا نتیجہ اس رجحان طبع کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جس کی بدولت انسان اپنی پوری شخصیت کو دنیا کی عارضی اور فانی دلچسپیوں سے ہٹا کر خدا سے وابسطہ کر دیتا ہے اور اپنی پوری توجہ اس کے حصول پر مرکوز کر دیتا ہے۔یہ رجحان طبع انسان کے دل میں خدا ، خودی اور کائنات کا ایک خاص تصور قائم کردیتا ہے جو حسب ذیل ہے:

(الف): اس کی نگاہ میں حقیقی وجود صرف خدا کےلئے ہے۔حقیقی معنی میں صرف خدا ہی موجود ہے۔

(ب): خودی(روح) اس حقیقی وجود سے صادر ہوئی ہے جیسے آفتاب سے شعاع کا صدور ہوتا ہے۔اسی لئے

خدا اور خودی میں ایک شدید رابطہ ہے،مولانا رومی کہتا ہے کہ:

اتصال بے تکیف ، بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس[۱۸]

یہی وجہ ہے کہ خودی یا روح کو مادی دنیا کی کسی چیز سے قراریا اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ہو بھی کیسے سکتا ہے؟صحبت نا جنس تو عذاب الیم ہے۔جس سے آشنائی نہ ہو اس کی صحبت کیسے راس آسکتی ہے؟اسی لئے تو اقبال نے یہ مشورہ دیا ہے کہ:

از ہمہ کس کنارہ گیر صحبت آشنا طلب
ہم زخدا خودی طلب ،ہم زخودی خدا طلب [۱۹]

(ج): کائنات کیا ہیں؟خدا کی جلوہ گاہ ہے۔ہر شے سے وہی ظاہر ہورہاہے۔یعنی کائنات مظہر اسماءوصفات ہے۔چنانچہ عطار کہتا ہے کہ:

چشم بکشا کہ جلوہء دلدار
متجلی است از در و دیوار[۲۰]

تصوف کے معانی وخصائل:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف دس معانی پر مشتمل نام ہے:

۱. پہلا یہ کہ دنیا کی ہر شے میں کثرت کی بجائے قلت پر اکتفا کرے۔
۲. دوسرا یہ کہ اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ عزوجل پر قلب کا اعتماد رکھے۔
۳. تیسرا یہ کہ نفلی طاعات کے ساتھ فرض پورا کرنے میں رغبت رکھے۔
۴. چوتھا یہ کہ دنیا چھوٹ جانے پر صبر کرے اور دست سوال وزبان شکوہ دراز نہ کرے
۵. پانچواں یہ کہ قدرت کے باوجود کسی بھی شے کے حصول کے وقت (حلال حرام وغیرہ کی)تمیز رکھے۔
۶. چھٹا یہ کہ تمام مشغولیات کے مقابلے میں اللہ کے ساتھ شغل رکھنے کو ترجیح دے۔
۷. ساتواں یہ کہ تمام اذکار کے مقابلے میں ذکر خفی کو فوقیت دے۔
۸. آٹھواں یہ کہ وساوس آنے کے باوجود اخلاص کو ثابت اورپختہ رکھے۔
۹. نواں یہ کہ شک کی وجہ سے یقین کو متزلزل نہ ہونے دیں۔
۱۰. دسواں یہ کہ اضطراب اور وحشت کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کے ساتھ انس اور سکون حاصل کرے۔

پس جو شخص ان صفات کا حامل ہو وہ اس نام کا یعنی صوفی کہلانے کا مستحق ہے ورنہ کاذب ہے۔[۲۱]

اسی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

" التّصوّف مبنی علٰی ثمان خصالٍ،السّخا والرّضاوالصّبر والاشارہ والغربۃ ولبس الصّوف و ا لسّیاحۃ والفقر "۔

(یعنی تصوف کی بنیادآٹھ خصلتوں پر ہے سخاوت،رضا ،صبر ،اشارہ، غربت، صوف کے کپڑے پہننا،سیاحت اور فقر) یہ آٹھ خصلتیں آٹھ نبیوں کے اقتدا میں ہیں۔

١. سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ آپ نے فرزند کو فدا کیا۔

٢. رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہ بوقت قربانی اپنی رضا دی اوراپنی جان عزیز پیش کی۔

٣. صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ بے پایان بلاؤں پر صبر کیا اور خداکی فرستادہ آزمائشوں پر ثابت رہے۔

۴. اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے کہ حق تعالی نے فرمایا:

ان لا تکلّم النّاس ثلاثۃ ایامٍ الّا رمزا(٢٢)

(آپ تین دن تک لوگوں سے کلام نہ فرمائیں گے)

اور اسی سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

اذنادیٰ ربہ نداءً خفیا(٢٣)

(جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا)

۵. غربت حضرت یحیٰ علیہ السلام سے کہ وہ اپنے وطن میں مسافروں کی طرح رہے کہ اپنے خاندان میں رہتے ہوئے اپنوں سے بیگانہ رہے۔

٦. سیاحت حضرت عیسی علیہ السلام سے کہ وہ اپنی سیاحت میں یک وتنہا مجردوں کی مانند رہے کہ بجز ایک پیالہ اور کنگھی کے نہ رکھا۔جب انہوں نے کسی کو دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتوں کو ملا کر پانی پیتا ہے تو پیالہ بھی توڑ دیا ،جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں خلال کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

٧. صوف کا لباس حضرت موسی علیہ السلام سے کہ انہوں نے اونی کپڑے پہنے۔

٨. فقر حضور سید عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ باوجود اس کے کہ حق تعالی نے روئے زمین کی تمام خزانوں کی کنجیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ خود کو مشقت میں نہ ڈالیں ،آپ ان خزانوں کو استعمال فرما کر آرائش اختیار فرمائیں تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ،اے خدا مجھے اس کی حاجت نہیں،میری خواہش تو یہی ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔یہ اصول ہیں جو افعال وکردار میں عمدہ نیکی ہیں۔(٢۴)

تصوف کے ماخذ:

بعض کج اندیش اور سہل انگار لوگ علم و عمل سے بالکل عاری ہوتے ہیں،اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تصوف اسلام سے جداگانہ چیز ہے جسے قرآنی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تصوف کلیۃ اسلام ہے،اسلام کی روح ہے ، اسلام کی حسن وجمال ہے، اسلام کا کمال ہے۔تصوف کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنت پرانتہائی کوشش سے عمل کیا جائے طاعات وعبادات کومقصود حیات سمجھاجائے،قلب کو ماسوی اللہ کی محبت اور تعلق سے الگ رکھا جائے،نفس کو خشیت الہی سے مغلوب کیا جائے اور معاملات کی صفائی اور تزکیہ نفس وباطل میں سعی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔

قرآن کریم کی روشنی میں تصوف الاللّٰہ الدّین الخالص [۲۵] (یاد رکھو اللہ تعالی کے واسطے خالص عبادت ہے)کی تفسیر ہے۔تصوف الی ربّک کدحاً فملاقیه [۲۶] (خوب محنت کرو کہ تو اپنے پالنے والے کو ملنے والا ہے)کی تصدیق ہے۔تصوف وتبتّل الیه تبتیلاً [۲۷] (ہر طرف سے منقطع ہو کہ اس کی یعنی اللہ کی طرف ہو جانا)کی تعمیل ہے۔صوفی قد افلح من زکّٰها [۲۸] (تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا)سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔صوفی وامّا من خاف مقام ربه ونهی النّفس عن الهوی فانّ الجنّة هی الماوی [۲۹] (اور جو شخص اس بات سے ڈرا کہ اس نے ایک دن اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا ہے اور اس خوف کی وجہ سے اپنے نفس کو خواہشات سے روکھا پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی)سے متاثر ہوکر خواہشات نفسانی کی گردن پر مجاھدہ کی چھری پھیرتا ہے۔صوفی انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه ربّ العالمین [۳۰] (یقینا میری نماز،میری قربانیاں، میرا مرنا،میرا جینا،اللہ پروردگار عالم کےلئے ہے)کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے اورصبغۃ اللہ [۳۱] کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔

تصوف کاسب سے بڑا ماخذ اور منبع قرآن مجید ہے۔اس کتاب ھدی میں سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جن میں تزکیہ نفس کی تلقین کی گئی ہے،اور حضور ﷺ کو اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اے محبوب ﷺ!بنی نوع انسان کو قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں،ان کے دامن کو خلوص کی دولت سے بھر دیں اور ان ایسی حکمت ودانش سکھا دیں جو آپ ﷺ کو دربار خداوندی سے عطاءہوئی ہیں،تاکہ انسانیت فلاح دارین سے فیض یاب ہو،کیونکہ اے محبوب ﷺ!آپ کی بعثت اور آپ کے ورود مسعود کا مقصد ومدعا ہی یہ ہے،ارشاد ربانی ہے کہ:

هوا لّذی بعث فی الامّیّن رسولاً مّنهم یتلوا علیهم آیاته ویزکّیهم ویعلّمهم الکتاب والحکمة [۳۲]

ترجمہ:وہی ہے جس نے ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطاءفرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کاپہلا فرض تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کی آیات طیبات کواپنی پاکیزہ زبان سے تلاوت فرمائیں تاکہ وہ

دلوں میں اترتی چلی جائیں ،صرف ان آیات کی تلاوت پر بس نہ کریں بلکہ اس کتاب کی انہیں تعلیم بھی دے،اس کی حکمتوں اور اس کے اسرار سے انہیں آگاہ بھی کریں بلکہ اپنی نگاہ رحمت سے دلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ومطہر کردیں۔علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:" یتلوا علیھم سے اس استفادے کی طرف اشارہ کیا گیا جو زبان قال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوا۔اور یزکیھم سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرما دیا جو نبوت کی نگاہ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا تھا" (۳۳)۔اولیائے کرام اپنے مریدین اور اہل تصوف اپنے شیدائےوں پر اسی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق انوار کا القاءکرتے ہیں اور شریعت سے آگے بڑھ کر معرفت کی طرف رہنمائی کرتے اور طریقت کی اطمینان بخش وادی کی سیر کرادیتے ہیں اور ان کے دل ونفوس ،پاک و طاہر ہوکرفلاح دارین حاصل کرلیتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فیضان نگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" مرشدکامل کی توجہ اور تعلق خاطر کی برکت کا میں انکار نہیں کرتا بلکہ بفضلہ تعالی میں نے خود مشاہدہ کیا ہے ۔ اہل تصوف بھی آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی الہامی کتاب ھدی کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اور رسلت کی شمع سے مستفید ہو کرمنزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور اپنے مریدوں کا تزکیہ قلب کرتے ہیں"۔(۳۴)

قرآن مجید کی اکثر آیات صفائی دل،صدق مقال اور اکل حلال کی تلقین کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

یاایّھا الّذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(۳۵)

ترجمہ:اے ایمان والو!آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے میں یوں گویا ہوئے ہیں:

علم وحکمت زاید از لقمہ حلال عشق ورقت آید ازلقمہ حلال(۳۶)

تقوی اور پرہیزگاری دین کی بنیاد ہے جبکہ تصوف کا مقصود اورمطلوب تقوی ہے۔اس بارے میں قرآن مجید نے بار بار متقین کی تعریف کی ہے اور متقی بننے کے طور طریقے بھی بتائے ہیں ،مثال کے طور پر ارشاد خداوندی ہے کہ:

یاایّھا الّذین آمنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون(۳۷)

ترجمہ:اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کر دئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

خیر الزّاد التقوی(۳۸)

ترجمہ:بہترین توشہ آخرت تقوی ہے۔

انّ للمتّقین مفازا(۳۹)

ترجمہ: بیشک متقین کیلئے بہت بڑی کامیابی ہے۔

صوفیہ ذکر الٰہی بالفاظ دیگر محبوب کے ذکر کو اولیت دیتے ہیں ، عشق ومحبت کی دنیا میں حبیب، محبوب کو کسی وقت بھی فراموش نہیں ہوتا ، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

والّذین آمنوا اشدّ حبّا للّہ[۴۰]

ترجمہ: اور ایمان والے اللہ کے محبت میں سخت ہوتے ہیں۔

صوفیوں کے نزدیک وہ نیکی قبولیت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے جس میں خلوص ہو، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

لن تنالوا البرّ حتی تنفقوا ممّا تحبّون[۴۱]

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو نہ پا سکتے ہو جب تک اس چیز سے خرچ نہ کرو جو تمہیں بہت پسند ہیں۔

شیخ ابوا لنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:" قرآن مجید میں ایسے الفاظ اورعبارات کثرت سے آئے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہیں ،مثلا صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، مخلصین، محسنین، خاےفین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، متقدمین، سارعین الی الخیرات اور متقین"۔[۴۲]

تصوف کا دوسرا ماخذ حدیث شریف وسنت خیر الانام ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

الذّکر خیر مّن الصّدقہ[۴۳]

ذکر صدقہ سے بہتر ہے۔

دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

خیر الذّکر الخفی[۴۴]

بہترین ذکر،ذکر خفی ہے۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابعت کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابعت کے واسطے سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں،کیونکہ محب جس میں بھی اپنے محبوب کے شمائل وعادات واخلاق پاتاہے اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔اسی ضمن میں حدیث مبارکہ ہے جس کا مضمون واضح طور پر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعائے کائنات بتاتا ہے:

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من وّالدہ وولدہ والنّاس اجمعین۔[۴۵]

ترجمہ: تم میں سے کوئی (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین ،اس کے اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

الغرض قرآن کریم کی متعدد آیات میں طلب مغفرت ،صبرورضا ،مجاھدہ، توکل ، عبادات،دنیا کی بے

ثباتی،اسرارومعارف، تجسس کائنات اور اس کی ابتداءوانتہا کا علم، تخلیق اور اس کے مقاصد کی تفہیم اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔قرآن مجید کو عملی طور پر پیش کرنے اور اس کی تفسیر وحقیقت کو سمجھانے کیلئے اسوہ کامل رسول ﷺ پر انحصار کرنا پڑا،اور احایث وسنت کی اصلیت وحقیقت کو از بر کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز علم وعمل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوا۔یہی تینوں انداز تصوف وتزکیہ نفس کے ماخذ ٹھرے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں علم حدیث واصول فقہ وغیرہ جدا جدا متمیز نہ تھے بلکہ پچھلے زمانے میں قرآن وحدیث سے استنباط کرکے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کا جداگانہ نام تجویز ہوا۔اور ان کے واضعین(بنانے والوں)کو سب نے امام مانا،حتی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے تفقہ فی الدّین(دین کی سمجھ)کو دیکھ کر النّاس عیال علیٰ ابی حنیفہ فی الفقہ [۴۶] (لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں)کہنا پڑا۔امام بخاری حدیث میں ایسے امام مانے گئے کہ آج تک ان کے تبحر فی الحدیث (حدیث میں کامل ہونے)کا شہرہ ہے۔اسی طرح تزکیہ باطن کی تعلیم دینے والے ایسے بزرگان دین گزرے ہیں کہ ان کو سب نے پیشوا مانا ہے،جیسے پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادرجیلانی رحمۃ اللہ علیہ،خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ،خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ،شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے پیشتر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔اور جس طرح پچھلوں کو اگلوں کی تقلید وپیروی سے چارہ نہیں،علم تصوف میں بھی بدوں اتباع طریقہ بزرگان چارہ نہیں۔گوادنی درجے کا تزکیہ جو موجب نجات ہے،بدوں اتباع مشائخ طریق بھی میسر ہو سکتا ہے مگر وہ امر کہ مطلوب ہے اور کمال کہلاتا ہے اس کا حصول بدوں صحبت کاملین کے ممکن نہیں۔[۴۷]

بیعت اور اس کا ثبوت:

صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے جس کا حاصل ،التزام احکام (اعمال ظاہری وباطنی پر استقامت)اور اہتمام کامعاہدہ ہے جس کو صوفیاء کے عرف میں"بیعت طریقت "کہتے ہیں،بعض اہل ظاہراس کواس بناءپر بدعت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے منقول نہیں،صرف کافروں کوبیعت اسلام اورمسلمانوں کو بیعت جہادکرنامعمول تھا مگر ذیل کے حدیث میں اس بات کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام یقینا نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا اور مضمون بیعت سے بھی ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں،لہذاحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنّا عند النّبیﷺ تسعة اوثمانية او سبعة فقال الٰا تبايعون رسول اللّٰه ﷺ فبسطنا ايدينا وقلنا علٰی ما نبايعک يارسول اللّٰه ﷺ،قال علٰی ان تعبدوا اللّٰه ولا تشرکوا به شيئاًوتصلّوا صلوات الخمس وتسمعو ا وتطيعوا[۴۸]

ترجمہ:حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسل اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ،ہمنے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور

عرض کیا کہ کس امر پر آپ ﷺ کی بیعت کریں یا رسول اللہ ﷺ۔آپ ﷺ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو۔

مذکورہ بالا حدیث سے بدلالت الفاظ معلوم ہے کہ التزام واہتمام اعمال کیلئے ہے۔لہذا بیعت کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔بیعت کی اصلی حقیقت خود لفظ بیعت وارادت اور مرید کی اصلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے۔ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں بلکہ مراد کو پورا کرنے کیلئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزل مقصود کی طرف چل پڑنا ہے،اور مرید بھی اصطلاحا وہ ہے جو اپنی دینی خصوصا باطنی وقلبی اصلاح ودرستی کو مراد ومنزل بنا کر اسکے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف چل پڑتا ہے۔اور بیعت کے معنی ہے اس منزل مقصود کیلئے کسی زیادہ واقف کار کو رہبر ورفیق بنا لینا اور اس کے پیچھے یا ساتھ چلنا تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو بلکہ راستہ سہولت وراحت سے قطع ہو بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف وماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دے جیسے مریض کسی حاذق طبیب کے حوالے اپنے کو کر دیتا اوردوا پرہیز میں کاملا اس کی تجویز وہدایت پر عمل کرتا ہے۔[۴۹]عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو تو استاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہیے جس کے فیض تعلیم وتربیت اور برکت صحبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے ۔یعنی باطنی راستہ کیلئے کوئی رفیق ساتھ لے لو ،تنہا اس راستے کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ تم تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

عن ابی ھریرہ قال،قال رسول اللہ ﷺالرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔[۵۰]

ترجمہ:حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے، سو ذرا دیکھ بھال لیا کرے کہ کس کے ساتھ دوستی کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پیر ومرشد کے ساتھ اعلی درجے کی محبت ہوتی ہے اور جب معمولی دوستی دین کے اندر مؤثر ہے تو اتنی بڑی دوستی اس تاثیر سے کیسے خالی رہے گی۔چنانچہ مشاہدہ ہے کہ پیرومرشد کے عقائد ،اعمال واخلاق کا اثرمرید میں سرائیت کرتا ہے ،اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان ہی کے درجے میں ضرور اثر کرتا ہے یعنی مرید ان امور کو مستحسن سمجھتا ہے۔پس اگر پیر ومرشد کی حالت خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر ہے اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہئے۔چونکہ بغیر علامات کے تلاش ممکن نہیں اس لئے شیخ کامل کی حقیقت اور اس کے شرائط وعلامات جاننا بھی لازمی ہے۔لہذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

کار مرداں روشنی وگرمی است　　　　کار دونان حیله وبے شرمی است [۵۱]

روشنی سے مراد نور ایمان وعرفان اور گرمی سے مراد گرمی عشق ہے۔اس میں شیخ کامل کی پہچان کی طرف

اشارہ ہے کہ ان کے صفات معرفت اور عشق الٰہی ہے اور جو کمینے اور جھوٹے ہیں ان کی عادت حیلہ یعنی مکر وفریب اور بے حیائی ہیں۔لہٰذا شیخ کامل کے علامات حسب ذیل ہیں:

علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو ،خواہ تحصیل سے یا صحبت علماءسے تاکہ فساد عقائد واعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے،ورنہ بمصداق

ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند

عقائد، اخلاق واعمال میں شرع کا پابند ہو ،تارک دنیا ،راغب آخرت ہو،ظاہر وباطن طاعات پر مداومت رکھتا ہو۔ کمال کا دعوی نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے ،بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہو ان سے فیوض وبرکات حاصل کئے ہوں۔تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتادیکھے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو،یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اپنے مرضی پر چھوڑ دے۔جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتباراتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہو۔اس زمانہ کے منصف علماءو مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہو،بنسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالی کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔خود بھی ذاکر وشاغل ہو کیونکہ بدون عمل یا عزم عمل ،تعلیم میں برکت نہیں ہوتی مصلح ہو نرا صالح ہونا کافی نہیں ،شیخ ہونے کیلئے دونوں کے جمع کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو(یعنی فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے) تاکہ جو مرض باطنی بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے ،جو علاج تجویز کرے اس سے دم بدم نفع ہوتاچلا جائے اور اس کی اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے یا نہیں ،یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں ،یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں۔کیونکہ یہ امور لوازم مشیخیت یا ولایت سے نہیں۔اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے مرگ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں ،کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی سے نہیں۔اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے، غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کرسکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کوبقاءنہیں ہوتا صرف مرید غبی کیلئے جو ذکر سے اصلا متاثر نہ ہوتا ہو چند روز تک شیخ کے اس عمل سے اس میں ایک گونہ تاثیر وانفعال قبول آثار ذکرکا پیدا ہو جاتا ہے ،یہ نہیں کہ خوامخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔(۵۲)

یہ امر تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ فیوض باطنی کیلئے پیرومرید کی باہمی مناسبت فطری شرط ہے کیونکہ نفع عادتا الفت پر موقوف ہے اور مناسبت شیخ کے معنی یہ ہے کہ شیخ سے مرید کو اقدر موانست ہو جائے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر پیدا نہ ہو، گو عقلی ہو یعنی شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی

سب باتیں شیخ کو پسند ہوں یہی مناسبت بیعت کی شرط ہے،لہذا پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اس کی سخت ضرورت ہے،جب تک یہ نہ ہو مجاہدات ،ریاضات ،مراقبات و مکاشفات سب بے کار ہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔اگر طبعی مناسبت نہ ہو تو عقلی مناسبت پیدا کرلی جائے اسی پر نفع موقوف ہے۔اس لئے جب تک پوری مناسبت نہ ہو بیعت نہ کرنی چاہیے جب پوری طرح راہ پر پڑھ جائے ،خوب محبت اور مناسبت ہو جائے اس وقت پیر سے بیعت زیادہ نافع ہے۔اسی طرح بیعت کی اصلی بڑی ضرورت رفاقت یا شیخ کی صحبت وتعلق ہے تاکہ راستے کے خطرات یا اس کی ٹھوکروں سے حفاظت ہو۔صحبت شیخ میں طالب(مرید) دیدہ طور پراپنے اندر اخلاق کو لے لیتا ہے۔صحبت نیکاں کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قطعہ بہت عجیب اور مناسب ہے۔فرماتے ہیں کہ:

گلے خوشبوئے در حمام روزے　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　کہ از بوئے دلآویزے تو مستم
بگفتا من گل نا چیز بودم　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد　وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم(۵۳)

یعنی ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی۔میں نے اس سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز اور معمولی مٹی تھی مگر ایک مدت پھول کے ساتھ میری صحبت رہی ،میرے ہم صحبت کی خوبی نے مجھ میں اثر کیا ، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جیسی کہ پہلے تھی۔

اسی طرح صحبت شیخ میں خاصیت ہے کہ شیخ کے اندر جو چیز ہے وہ بعینہ آپ کے اندر بھی آئے گی۔اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی اور مفتاح طریق ہے۔اخلاق وعادات میں اس کا اتباع کرے گا تو اذکار وعبادات میں نشاط اور ہمت کو قوت ہوگی۔جو حال گریب یعنی عجیب پیش آئے گا اس باب میں اس سے تشفی ہو جائے گی۔عمل کا شوق بڑھتا ہے،اپنی استعداد معلوم ہو جاتی ہے ،اہل محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔مشائخ اعمال صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں اس لئے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفاءہو جاتی ہے۔اہل اللہ کے صحبت کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں جب کان میں پڑیں گی توکیوں اثر نہ ہوگا۔ایک بار نہ صحیح ،دوسری بار نہ صحیح، تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی۔اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم ان کے پاس رہوگے اور تعلق بڑھاؤگے تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی ،ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی ہے تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرمائیں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ حق تعالی کے فضل ہونے کا وقت آگیا ہے۔دوسری وجہ بڑی

خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔ان حضرات کے دل خدا کے نور سے روشن ہیں ان کے پاس رہنے سے نور آتا ہے اور جب نور آتا ہے تو ظلمت بھاگ جاتی ہے ،پس اس نور سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور شبہ جاتا رہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر طبیعت میں سلامتی ہوتو بدوں پاس رہے صرف ان حضرات کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور اگر اس درجہ کی سلامتی نہ ہو تو البتہ پھر چند دنوں کی صحبت کی بھی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قشیری ،امام ابو القاسم عبدالکریم ،رسالہ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن،اسلام آباد، تحقیقات اسلامی،۱۹۷۰ء ، ص۴۳۰
۲۔ ایضا ،ص۴۲۸
۳۔ سہروردی ،قلندر علی ،الفقر فخری، لاہور، مرکزی مجلس سہروردیہ، بار اول ، ص۱۲۹
۴۔ امام ابو بکر بن اسحاق ،تعرف مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، لاہور،المعارف، ۱۳۹۱ھ،ص۱۳۸
۵۔ داتا گنج بخش ،سید علی ہجویری،کشف المحجوب مترجم مفتی غلام معین الدین رحیمی، لاہور،نوری بک ڈپو، ۱۹۷۸ء، ص۸۷
۶۔ ایضا، ص۷۹
۷۔ ایضا، ص۷۹
۸۔ بحوالہ بالا الفقر فخری،ص۱۲۹
۹۔ جعفری ،رئیس احمد ،تصوف اور اسلام، کراچی ،ص۱۸۹
۱۰۔ ایضا ،ص۱۸۹
۱۱۔ بحوالہ بالا کشف المحجوب،ص۷۵
۱۲۔ بحوالہ بالا الفقر فخری،ص۱۲۹
۱۳۔ عارف عبدالمتین ،پرکھ پڑچول، لاہور،جدید ناشرین،۱۹۷۹ء،ص۸۱
۱۴۔ غلام احمد پرویز ،تصوف کی حقیقت، لاہور،ادارہ علوم اسلامیہ،۱۹۸۱ء،ص۲۴
۱۵۔ رومی،مولانا جلال الدین ،مثنوی معنوی، دفتر اول ، تہران،انتشارات پژوھش خیابان انقلاب،۱۳۷۵ ش، ص۶
۱۶۔ المؤمن ۴۰:۶۰
۱۷۔ ڈاکٹرعلامہ محمداقبال،ضرب کلیم، نظم تصوف،ص۴۷/کلیات اقبال اردو، لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء،ص ۴۵۷
۱۸۔ بحوالہ بالا،مثنوی معنوی،ص۵۸۹،دفترچہارم بیت نمبر۷۶۰
۱۹۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال،کلیات اقبال لاہوری،زبور عجم(حصہ دوئم)ایران،کتاب فروشی وانتشارات نگاہ، ص۲۹۲

۲۰۔ نیشاپوری، فریدالدین ابو حامد محمد عطار، دیوان، قصائد، حرف ''ر''، ایران، کتاب فروشی وانتشارات نگاہ
۲۱۔ اصفہانی ،علامہ ابو نعیم بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء مترجم مولانا محمد اصغر، کراچی، دارالاشاعت ، ۲۰۰۶ء، حصہ اول ص۳۵
۲۲۔ آل عمران۳:۱۴
۲۳۔ مریم ۹۱ :۳
۲۴۔ بحوالہ بالا کشف المحجوب، ص۸۰
۲۵۔ الزمر۳۹:۳
۲۶۔ الانشقاق۸۴:۶
۲۷۔ المزمل۷۳:۸
۲۸۔ الشمس۹:۹۱
۲۹۔ النازعات۷۹:۴۰-۴۱
۳۰۔ الانعام۶:۱۶۲
۳۱۔ البقرہ ۲:۱۳۸
۳۲۔ الجمعہ ۶۲:۲
۳۳۔ آلوسی ،علامہ سید محمود، تفسیر روح المعانی، بیروت، احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ، ج۲۸، ص۱۰۷
۳۴۔ ایضا
۳۵۔ النساء۴:۲۹
۳۶۔ بحوالہ بالا، مولانا رومی، مثنوی معنوی، دفتر اول، بخش ۱۹، تعظیم ساحران مر موسیٰ راکہ چہ می فرمائی اول تواندازی عصا، ص۱۱۱
۳۷۔ البقرہ۲:۱۸۳
۳۸۔ البقرہ۲:۱۹۷
۳۹۔ النباء۷۸:۳۱
۴۰۔ البقرہ۲:۱۶۵
۴۱۔ آل عمران۳:۹۲
۴۲۔ شیخ ابوالنصر سراج، کتاب اللمع مترجم سید اسرار بخاری، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء، ص۶۷
۴۳۔ المتقی، علاوالدین علی بن حسام الدین الہندی ، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج۱، ص۲۱۶
۴۴۔ ایضا، ج۱، ص۲۱۴

۴۵۔ بخاری،امام محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری،باب حب الرسول،کراچی،نور محمد اصح المطابع ،۱۹۸۱ء، ص ۳۰

۴۶۔ سیوطی،علامہ جلال الدین،تبییض الصحیفہ،مردان،اعزازیہ،ص۱۱۶

۴۷۔ تھانوی ،مولانا اشرف علی ،شریعت وطریقت، لاہور،ادارہ اسلامیات،۱۹۸۱ء، ص۴۱

۴۸۔ اخرجہ مسلم،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ فی باب البیعۃ

۴۹۔ بحوالہ بالاشریعت وطریقت ،ص۵۹

۵۰۔ السجستانی،ابوداؤد سلیمان بن اشعث،سنن ابوداؤد،کتاب الادب،باب من یؤمر ان یجالس،ج۲،ص۳۲۱

۵۱۔ بحوالہ بالا،مولانا رومی،مثنوی معنوی، دفتر اول،بخش ۱۱،حکایت مرد بقال وطوطی وروغن ریختن طوطی در دکان، ص۵۹

۵۲۔ ایضا،ص۶۵

۵۳۔ شیخ سعدی، مصلح الدین،گلستان، پشاور،نورانی کتب خانہ ،ص۹